

## سوزِ زیان

<"xml encoding="UTF-8?>

”نہیں نہیں ایسا نہیں ہو سکتا؟ شاید میں نے غلط سنا ہے۔ کیا میرے بہن بھائی میرے ساتھ ایسا بھی کر سکتے ہیں۔ نہیں نہیں... جن بہن بھائیوں کے لئے میں نے اپنی ساری زندگی وقف کر دی، انہوں نے میرے ساتھ کیا کیا۔ کاش اُس وقت میں امام کی بات مان لیتی، تو آج اتنی تنہا نہ ہوتی۔“

---

ابا کے چالیسویں سے پہلے بی اس نے امام سے بات کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ ”امام وہ ... میں نے کل سے کالج نہ جانے کا فیصلہ کر لیا ہے۔“ اس نے جھوکتے ہوئے بتایا۔

”کیوں فرھین بیٹا کیوں نہیں جاؤگی؟“ مان سمجھ نہیں پائی۔

”وہ امام میں نے لڑ روز والوں سے بات کی تھی ان کو ایک سائنس ٹیچر کی ضرورت ہے۔“ فرھین نے محلے کے اسکول کی ضرورت بتائی۔

”نہیں فرھین ابھی میری بڈیوں میں اتنا دم ہے کہ میں کچھ نہ کچھ کر کے کھر چلالوں کی۔“ امی نے سلائی مشین کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

”نہیں امام آپ کی طبیعت بالکل ٹھیک نہیں رہتی۔ اور اب آپ سوچیے گا بھی نہیں دوبارہ سے سلائی شروع کرنے کے بارے میں۔ ڈاکٹر نے آپ کو سختی سے منع کیا ہے۔“

”نہیں بیٹا ... پہلے کی بات اور تھی۔ تمہارے ابا جب تک زندہ تھے مجھے کوئی پریشانی نہیں تھی۔ عزت کے ساتھ روکھی سوکھی کہا رہے تھے۔ لیکن بیٹا اب تو کچھ نہ کچھ کرنا پڑے گا۔“ امام کی آنکھوں سے اشکوں کا سیلاب رواں تھا۔

”امام .. اسی لئے تو میں کہہ رہی ہوں کہ میں صبح اسکول جوائیں کرلوں گی اور شام کو محلے کے بچوں کو ٹیوشن پڑھا لوں گی۔ اللہ بہتر کرے گا!“

”فرھین تمہیں تو خود پڑھنے کا لتنا شوق ہے بیٹا۔ تم کیسے کالج چھوڑو گی؟!“ امام نے روتے ہوئے فرھین کو گلے لگایا۔

”اڑے امام میں پرائیویٹ پڑھ لوں گی۔ آپ بالکل فکر مت کریں۔ اور دیکھیں نادیہ، وسیم اور فواد کے سامنے کسی بات کو ظاہر مت کیجئے گا۔ وہ ابھی چھوٹے ہیں، پریشان ہو جائیں گے۔ اللہ نے چاہا تو وقت گزر ہی جائے گا۔ بس آپ کو حوصلے سے کام لینا ہوگا۔“ فرھین نے مان کے گلے میں بانھیں ڈالتے ہوئے کہا۔

----

اگلے دن سے فرھین نے اسکول جانا شروع کر دیا اور محلے کے گھروں میں بھی کھلوا دیا کہ جو لوگ اپنے بچوں کو ٹیوشن پڑھانا چاہیں وہ چار سے سات کے درمیان بھیج دیں۔ آئسٹھے آئسٹھے فرھین کے پاس بچوں کی تعداد میں اضافہ ہونے لگا۔

ایک دن امام نے فرھین کو اپنے پاس بٹھاتے ہوئے کہا: ”فرھین میں خدا کا جتنا شکر ادا کروں، کم ہے۔ تم نے اپنے ابا کے مرنے کے بعد اس گھر کو بڑی ذمہ داری سے سنبھالا ہے۔“

”اڑے امام یہ سب آپ کی دعاؤں کا نتیجہ ہے۔ میں نے تو بس تھوڑی سی محنت کی ہے اور کچھ نہیں ..“

فرھین نے کاپیاں چیک کرتے ہوئے سر اٹھا کر جواب دیا۔

”بیٹا تم نے اپنا فارم بھی جمع کرایا کہ نہیں؟“ اماں کو جیسے کچھ یاد آگیا۔

”ہاں اماں، ابھی میرے امتحانات میں وقت ہے لیکن میں نے فارم جمع کرادیا ہے۔ ابھی تو بس اسکول کے امتحانات شروع ہونے والے ہیں۔ نادیہ، وسیم اور فواد سے بھی کہتی ہوں کہ بچوں کے جانے کے بعد وہ لوگ بھی میرے پاس پڑھنے بیٹھ جایا کریں۔“

”ہاں میں بھی تم سے کہنے والی تھی، بس تمہاری مصروفیات دیکھ کے بمت نہیں ہوتی تھی۔“

”نہیں اماں .. پتھے چلاکہ میں محلے کے بچوں کو تو اچھے نمبروں سے پاس کرادوں اور میرے بھن بھائیوں کے کم نمبر آئیں۔ ویسے یہ لوگ ہیں کہاں نظر نہیں آری؟“ فرھین نے صحن کی طرف نظر دوڑاتے ہوئے پوچھا۔

”نادیہ تو پڑوس میں مرزا صاحب کے ہاں گئی ہے۔ اور وسیم اور فواد باہر کھیلنے گئے ہیں۔“

”اماں بس اب ان لوگوں کو زیادہ باہر نکلنے سے منع کر دیں۔ امتحانات سر پر ہیں اور یہ لوگ پڑھائی سے لپرواہ ہے۔ چلیں یہ لوگ آتے ہیں تو میں خود ہی پوچھ لیتی ہوں۔“ یہ کہہ کر فرھین اٹھ گئی۔ اسے اب کھانا بنانا تھا۔ مغرب کے وقت نادیہ، وسیم اور فواد کی واپسی ہوئی تو فرھین نے آواز دے کر کہا: ”تم تینوں نماز سے فارغ ہو جاؤ تو ذرا میرے پاس آجائنا۔ میں بھی پہلے نماز پڑھ لون۔“

”جی اچھا باجی!“ تینوں نے سعادتمندی سے کہا اور وضو کرنے چلے گئے۔

نماز کے بعد فرھین کے پاس تینوں بھن بھائی آگئے۔ ”جی باجی کیا بات ہے؟“

”بھئی یہ تم لوگ ابھی تک کھیل کوڈ میں پڑھ ہوئے ہو۔ امتحان میں کتنا ٹائم رہ گیا ہے، کچھ پتا بھی ہے؟!“ فرھین نے تینوں کو گھوڑا۔

”وہ باجی ہم پڑھ تو رہے ہیں۔“ تینوں نے بیک وقت جواب دیا۔

”جی نہیں! اسے پڑھنا نہیں کہتے۔ اب مغرب کے بعد تم لوگ مجھ سے پڑھو گے۔ نادیہ تمہارا یہ میٹرک کا سال ہے اور وسیم اور فواد تم لوگ بھی اب 8th اور 9th میں آگئے ہو۔ ان کلاسوں کو اتنا آسان مت لو۔ چلو اب وقت ضائع مت کرو اور کتابیں لے آؤ۔ اور اب باہر نکلنے کی بھی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ جب تک امتحان ختم نہ ہو جائیں باہر آنا جانا بند۔ سمجھے۔“ فرھین نے سختی سے کہا۔ اس کا یہ انداز دیکھ کر ماں کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی لیکن پھر اگلے ہی لمحے انہیں اداسی نے گھبیر لیا۔ وہ دیکھ رہی تھیں کہ ایک معصوم سی گڑیا نے کس طرح گھر کی تمام ذمہ داریاں سنپھال لی ہیں اور کل کی الہڑ فرھین اب ایک ذمہ دار بھن کے روپ میں جلوہ گر ہو رہی ہے۔

”جی اچھا باجی۔ جیسا آپ کہیں گے ہم ایسا ہی کریں گے۔“ تینوں نے سعادتمندی سے سر ہلاکا اور کتابیں اٹھانے چلے گئے۔

-----

آج کل فرھین کو سر اٹھانے کی فرصت نہیں تھی۔ صبح اسکول، شام کو ٹیوشن اور پھر ان تینوں کو پڑھانالیکن جیسے تیسے وقت گزر ہی گیا۔ جس دن تمام بچوں کے امتحانات ختم ہوئے، اس دن فرھین کے ساتھ ساتھ اماں نے بھی سکون کا سانس لیا۔ شام کو ماں نے فرھین سے کہا: ”فرھین بیٹا آج ایسا کرو کہ تم اپنے بھن بھائیوں کے ساتھ گھوم پھر آؤ۔“

”ارے اماں یہ کیا بات ہوئی کہ بھن بھائیوں کے ساتھ گھوم پھر آؤ۔ آپ کیوں نہیں چلیں گی؟“ فرھین نے ماں کا باتھ محبت سے تھاما۔

”اڑے میں کہاں جاؤں گی؟“

”اگر آپ نہیں جائیں گی تو ہم میں سے بھی کوئی نہیں جائے گا۔“ سب بہن بھائیوں کا متفقہ فیصلہ تھا۔ اماں نے بچوں کے چہرے پر جو نظر ڈالی تو انہیں لگا کہ بچوں کی خاطر انہیں جانا ہی پڑے گا۔

”چلو بھئی چلو! تم لوگ ایسے نہیں مانو گے۔“ مان نے پتھیار ڈالی تو فواد اور وسیم نے ہرا کہا اور اچھلنے لگے۔

ایک عرصے کے بعد وہ لوگ کہیں گھومنے کے لئے نکلنے تھے۔ جب تک ابا زندہ تھے، تو وہ بچوں کو مہینے میں ایک بار ضرور گھمانے لے جاتے تھے۔ لیکن ابا کے مرنے کے بعد نہ تو کسی رشتہ دار نے کبھی پوچھا تھا اور نہ ہی ان لوگوں کا دل چاہتا تھا کہ وہ لوگ ابا کے بغیر کہیں جائیں۔ اسی لئے راستے بھر وہ ابا کو ہی یاد کرتے ہی رہے۔ وقت کا پہیہ اپنی مخصوص رفتار سے چلتا رہا اور فرھین کو تجربے اور محتن کی بنیاد پر اچھے اسکول میں جاپ مل گئی۔ اس کی محتنیں اب نظر آئے لگی تھیں۔ نادیہ کی گریجویشن مکمل ہونے والی تھی۔ فواد اور وسیم کالج میں پہنچ گئے تھے۔ گھر کے حالات بھی قدرت بہتر ہو گئے تھے۔ ایک دن اماں نے فرھین سے کہا:

”فرھین برابر والے مرزا صاحب کی بیگم نے اپنے رشتے داروں میں سے ایک رشتہ بتایا ہے۔ کہہ رہی تھیں کہ بہت اچھے لوگ ہیں۔ تمہیں انہوں نے مرزا صاحب کے گھر میں دیکھا تھا۔“

”اڑے .. اماں آپ کیسی باتیں کر رہی ہیں؟ میں کیسے آپ لوگوں کو چھوڑ کر شادی کرسکتی ہوں؟!“

”اڑے بیٹا سب کا اللہ مالک ہے۔ مرزا صاحب کی بیوی نے ان لوگوں کو تمام حالات بتادیئے ہیں۔ ان لوگوں کو شادی کے بعد بھی نوکری کرنے پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔“ اماں نے اصرار کیا۔

”اماں کہنے اور کرنے میں بہت فرق ہے۔ شادی کے بعد کی زندگی اور اب کی زندگی میں بڑا فرق ہے۔ مجھے ابھی شادی وادی نہیں کرنی۔ مجھے ابھی تینوں بھائیوں کی ذمہ داریاں نبھانی ہیں۔“ فرھین نے دوٹوک لہجہ اپنایا۔

”لیکن بیٹا گھر تو بسانا ہی ہے نا! ان کا بھی کچھ نہ کچھ ہو ہی جائے گا۔“ مان ابھی تک اصرار کر رہی تھی۔

”نہیں اماں میں آپ لوگوں کو نہیں چھوڑ سکتی۔ فواد اور وسیم ابھی پڑھ رہے ہیں۔ کل دونوں اپنے پاؤں پر کھڑے ہو جائیں تو دیکھوں گی۔“

”فرھین میں تو چاہتی ہوں کہ میری زندگی میں تم دونوں بھنیں اپنے گھریار کی ہو جاؤ۔ وسیم اور فواد تو لڑکے ہیں اپنا کری لیں گے۔ زندگی کا کیا بھروسہ ہے۔ تمہارے ابا اچانک چلے گئے، میں بھی ..“ انہوں نے پلو سے آنسو خشک کئے۔

”اماں پلیز ایسی باتیں نہ کریں! خدا آپ کا سایہ ہمارے سروں پر قائم رکھے! آپ کی وجہ سے ہمیں کتنی ڈھارس ہے۔ آئندہ ایسی باتیں مت کیجئے گا۔“ اس کی آنکھوں میں بھی آنسو آگئے تھے۔

”اڑے پاگل اس میں رونے کی کیا بات ہے۔ سب کو واپس جانا ہے۔“ فرھین کے آنسو دیکھ کر مان اپنا رونا بھول گئی۔

”اچھا تو ٹھیک ہے نا آپ ایسی باتیں مت کریں۔“

-----

مرزا صاحب کی بیوی کو اماں نے منع کر دیا لیکن لڑکے والوں کے بہت اصرار پر کئی دن کے مذاکرات کے بعد طے ہوا کہ فرھین پہلے لڑکے سے ملاقات کرے گی۔ دو دن بعد مرزا صاحب کے گھر پر ملاقات کا اہتمام کیا گیا۔ فرھین مرزا صاحب کے گھر پہنچی تو سلیم پہلے سے وہاں موجود تھا۔ ڈرائیور میں دونوں کو چائے دے کر مرزا صاحب کے گھروالے باہر نکل گئے تو فرھین نے بولنا شروع کیا۔

”سلیم صاحب! آپ جانتے ہیں کہ ابا کے انتقال کے بعد میں نے ہی اس گھر کو سنبھالا ہے۔ بھائیوں کی تعلیم ابھی باقی ہے، بہن کی شادی بھی کرنی ہے، اس کے بعد بھائیوں کو اپنے پیروں پر کھڑا ہونے کا موقع دینا ہے۔ میں آپ سے صاف کہتی ہوں کہ میں اس وقت تک شادی نہیں کروں گی جب تک یہ لوگ اپنے گھر کے نہیں ہو جاتے۔“

”لیکن فرھین صاحب! آپ کی بہن میری بہن اور آپ کے بھائی میرے بھائی ہیں۔ ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہوگا آپ کی حاب پر۔ آپ اسی طرح سپورٹ کرتی رہئے گا بھائی بہنوں کو۔ البتہ آپ کی خودداری کی وجہ سے میں یہ نہیں کہوں گا کہ میں ان کی ذمہ داری لے رہا ہوں۔“ سلیم نے سلچھے ہوئے انداز میں اپنی بات بیان کی۔

”نہیں سلیم صاحب! میرا ضمیر گوارا نہیں کرتا کہ میں ان سے پہلے اپنا گھر بسا کر بیٹھ جاوں۔“ فرھین نے پھر انکار کیا۔

”لیکن ہم آپ کو روک تو نہیں رہے، ان کی مدد سے۔ آپ کے دونوں بھائی ماشائی اللہ اب بڑے ہو گئے ہیں، سمجھدار بھی ہیں۔ انہیں بھی اب اپنے گھر کی ذمہ داریاں اٹھانی چاہئیں۔“ سلیم نے سمجھایا۔

”سلیم صاحب! میں ابھی ان پر ذمہ داریوں کا بوجھ نہیں ڈالنا چاہتی۔ میں چاہتی ہوں کہ جو وعدہ میں نے اپنے آپ سے کیا تھا، اسے پورا کروں۔ چاہے کچھ بھی ہو جائے۔“ فرھین نے پُر عزم لہجے میں کہا۔

”دیکھیں میں آپ کو ذمہ داریوں کی ادائیگی سے روک نہیں رہا ہوں۔ میں صرف یہ کہہ رہا ہوں، اپنے لئے بھی سوچیں بعد میں آپ کو پچھتائے کا بھی موقع نہیں ملے گا۔“

”سلیم صاحب! پلیز، میں کس بات پر پچھتاوں گی اور کس بات پر نہیں، دیٹ از نوٹ یور میٹر۔ میں نے جو فیصلہ کیا ہے، میں اس پر قائم رہوں گی۔“ تلخ لہجے میں یہ کہہ کر فرھین اٹھی اور فوراً کمرے سے نکل گئی۔

---

”فرھین، تم نے بہت برا کیا! جب وہ تمہیں گھروالوں کی سپورٹ سے روک نہیں رہا تھا تو تمہیں اس سے پوری طرح بات کر لینی چاہئے تھی۔“ مان نے پوری بات سنتے ہی اسے لٹاڑا۔

”نہیں امی! میں نے تمہیں کہا کہ پہلے نادیہ کی شادی اور فواد اور وسیم کا روزگار اس کے بعد میری باری۔“ فرھین ابھی تک اپنی بات پر ڈھنڈتے ہوئے تھے۔

مان نے اسے بہت سمجھایا لیکن وہ اپنی بات پر سختی سے ڈھنڈ رہی۔ آخر مان نے یہ کہہ کر ہتھیار ڈال دیئے: ”فرھین! تم اپنی ذمہ داریوں سے زیادہ اپنی انا کی غلام ہو گئی ہو۔ ان پرستی کر کے تمہیں کچھ نہیں ملے گا۔ پھر خدا بھی تمہارا ساتھ نہیں دے گا۔“

---

نادیہ کیلئے آیا ہوا رشتہ تھوڑے پس و پیش کے بعد قبول کر لیا گیا۔ لڑکا ایک بینک میں ملازم تھا۔ گھر والے بھی بات چیت میں اچھے لگ رہے تھے۔ شادی چھ ماہ بعد ہونا قرار پائی۔ ان لوگوں کے جانے کے بعد اماں نے فرھین سے فکرمند لہجے میں کہا۔ ”بیٹا کچھ زیادہ مہلت لے لی ہوتی تو بہتر تھا؟“

”ارہ نہیں اماں! اللہ بہتر کرے گا۔ وہ مسبب الاسباب ہے۔ آپ فکر نہ کریں سب ہو جائے گا۔“

اور سب نے دیکھا کہ فرھین نے نادیہ کو اپنی بساط سے بڑھ کر دے کر رخصت کیا۔ سب لوگ اس کی تعریف کر رہے تھے اور وہ خوشی سے پھولے نہیں سماربی تھی۔ اماں تو جیسے انتظار کر رہی تھیں کہ نادیہ کی شادی ہو اور وہ ان کو چھوڑ کر چلی جائیں۔ چنانچہ ایک دن رات کو اماں جو سوئیں تو سوتی ہی رہ گئیں۔ فرھین و نادیہ کی آہ و زاری اور وسیم و فواد کا تڑپنا اماں کو کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔

”اما آپ کس کے سہارے ہمیں چھوڑ کر جاری ہیں۔ ابا نے تو آپ کے پاس چھوڑا تھا آپ .. آپ کس پر چھوڑ کر جاری ہیں!“ جنازہ اٹھنے کے وقت رقت آمیز مناظر دیکھنے میں آرے تھے .. لیکن جانے والے کو کون روک سکتا ہے۔ سوئم تک تو دو چار خاندان کے بزرگ رکے۔ اس کے بعد فرھین کو نصیحتیں کر کے سب اپنے گھروں کو روانہ ہو گئے۔ نادیہ بھی دسوائی کر کے چلی گئی۔ اس کی ساس کی طبیعت کا فی خراب ہو گئی تھی۔ اب فرھین، وسیم اور فواد تھے اور گھر کا سنٹا۔ دن تو جیسے تیسے گزر جاتا لیکن رات کے مہیب سنٹے میں فرھین کیلئے وقت گزارنا مشکل ہو جاتا۔ آنکھیں بند کرتے ہی اماں کا چہرہ فرھین کی نگاہوں میں پھرنے لگتا۔ لیکن کہتے ہیں کہ وقت سب سے بڑا مریم ہے۔ فرھین کو بھی آئسٹہ صبر آئی گیا۔ اب اس کے سامنے وسیم اور فواد کا مستقبل تھا۔ فواد تو انجینئرنگ کر رہا تھا اور وسیم نے انٹر کے بعد آرمی جوائیں کر لی تھی۔ اب گھر میں فرھین اور فواد رہ گئے تھے۔

-----

”باجی اب آپ بھی شادی کر لیا آپ نے ہماری خاطر اتنی بڑی قربانی دی ہے۔“ ایک دن نادیہ نے فرھین سے کہا۔

”اڑ پہلے میں فواد اور وسیم کو تو اپنے پاؤں پر کھڑا کر دوں۔“ فرھین اس مرتبہ بھی وہیں کھڑی تھی۔

”اڑ باجی اب تھوڑے دنوں کی تو بات ہے۔ فواد کی پڑھائی مکمل ہو جائیگی۔ اور وسیم بھی ماشائی اللہ اچھی لائے میں چلا گیا ہے۔“

”چلو ابھی مجھے تھوڑا وقت اور دے دو پھر دیکھتے ہیں کیا کرنا ہے۔“ فرھین نے ٹالا۔

”نہیں میں آج رات کو فواد آئے گا تو بات کر کے گھر جاؤں گی۔“

”رات کو کہانے کے بعد نادیہ نے فواد سے کہا: ”فواد مجھے تم سے ایک ضروری بات کرنی ہے۔“

”میں بھی تمہارا ہی انتظار کر رہا تھا۔ مجھے بھی تم سے ایک ضروری بات کرنی ہے۔“ فواد فوراً بولا۔

”اچھا چلو تم بتاؤ پہلے کیا بات ہے۔ پھر میں بتاؤں گی۔“ نادیہ نے پیشکش کی۔

”وہ باجی .. مجھے یونیورسٹی میں ایک لڑکی پسند آگئی ہے۔“ فواد نے جھجکتے ہوئے بتایا۔ ”اب تھوڑے عرصے میں میری پڑھائی ختم ہونے والی ہے۔ اور میرا باپر جانے کا بھی ارادہ ہے تو میں چاہتا ہوں کہ جانے سے پہلے شادی کر کے جاؤ۔“

”لوچی میں باجی کی شادی کی بات کرنے والی تھی اور تم نے اپنا چکر چلا دیا۔“

”باجی کی شادی؟ کیا کوئی رشتہ آیا ہے؟“ فواد نے بھنویں سکیڑیں۔

”نہیں رشتہ تو نہیں آیا لیکن ہم لوگ کوشش تو کریں شاید کہیں بات بن جائے۔“

”تو ٹھیک ہے تم دیکھ لو کوئی نظر آئے تو بتانا۔ ابھی میری بات تو پکی کرواؤ کہیں اس کی دوسری جگہ نہ ہو جائے۔“ فواد نے لجاجت سے کہا۔

”اچھا بھئی میں باجی سے بات کرتی ہوں۔ اس کا ایڈریس اور فون نمبر مجھے بتا دو۔ ویسے تمہیں سب سے پہلے ہر بات باجی کو بتانی چاہئے تھی۔“ نادیہ نے اس کو سرزنش کیا۔

”اڑ بھئی تمہیں بتا دیں نا اب تم بتا دینا۔“

-----

”چلو ایک ذمہ داری سے تو سبکدوش ہوئے کہ لڑکی ڈھونڈنی نہیں پڑی۔ اور ویسے بھی زندگی فواد کو ہی گزارنی ہے وہ جو فیصلہ کر رہا گا تو سوچ سمجھ کر ہی کر رہا گا۔“ فرھین نے ناراضگی کے بغیر کہا۔

”وہ تو ٹھیک ہے لیکن باجی۔! اسے آپ سے پہلے شادی کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔“ نادیہ ناراض تھی۔

”کوئی بات نہیں نادیہ! تم کسی دن فون کر کے ان لوگوں سے ٹائم لے لینا۔ اچھا ہے جتنی جلدی بات ہو جائے۔“  
نادیہ کے فون کرنے کی دیر تھی۔ وہ لوگ تو جیسے انتظار ہی کر رہے تھے۔ دوسرے دن وہاں پہنچے تو ایسا لگا کہ  
تمام معاملات طے ہو چکے ہیں بس ایک رسمی کارروائی پوری کرنا تھی۔ اور ایک ہی ہفتے میں مہرین فواد کی  
دلہن بن گئی۔

مہرین بظاہر دیکھنے میں تو اچھی لگ رہی تھی۔ ویسے بھی وہ جانتی تھی کہ اسے تھوڑا ہی عرصہ یہاں رہنا ہے۔  
فرحین کی بھی عادت ایسی نہیں تھی کہ وہ فواد اور مہرین کے کسی معاملے میں دخل اندازی کرتی۔  
ایک ماہ کے اندر ہی برطانیہ سے فواد کا ویزا آگیا تو اس نے جانے کی تیاریاں شروع کر دیں۔ اور ایک دن ائیر پورٹ  
پر نادیہ، وسیم اور فرحین نے فواد اور مہرین کو رخصت کیا۔

دوسرے دن صبح وسیم واپس چلا گیا۔ اب فرحین تھی اور گھر کا گھرہ سنائی۔ کبھی کبھی نادیہ چکر لگا لیتی۔ وہ  
بھی اپنے سسراں کے جھمیلوں میں پہنسی ہوئی تھی۔ شروع شروع میں تو فواد اور مہرین کے فون آتے رہے لیکن  
وقت کے ساتھ ساتھ ان میں کمی ہوتی رہی۔ فرحین خود ہی فون کر کے ان لوگوں کی خیریت معلوم کر لیتی اور  
ان کی مصروفیات کا احوال سن لیتی۔ بقول فواد کے باجی یہاں تو زندگی بھاگ رہی ہے اسے پکڑنا پڑتا ہے۔

-----

”وسیم اب تم بھی شادی کرلو تو میں مطمئن ہو جاؤں۔ ماشائی اللہ فواد اور نادیہ اپنی اپنی زندگیوں سے مطمئن  
ہیں۔“ فرحین نے وسیم سے فون پر کہا۔

”اچھا ہوا باجی آپ نے مجھ سے یہ بات کی۔ میں خود اس معاملے میں آپ سے بات کرنا چاہ رہا تھا۔ میرے  
دوست شہباز کی بہن مجھے پسند ہے۔ ہم لوگ کبھی کبھی چھٹیوں میں شہباز کے گھر اسلام آباد جاتے ہیں۔  
وہیں میری ملاقات سارہ سے ہوئی ہے۔ ہم دونوں کے خیالات آپس میں کافی ملتے جلتے ہیں۔ آپ اپنی اسکول کی  
چھٹیوں میں اسلام آباد آکر سارہ سے مل لیں۔“

”اچھا بھئی معاملہ یہاں تک پہنچ گیا اور ہمیں خبر بھی نہیں ہوئی۔“ فرحین نے مسکراتے ہوئے وسیم کو چڑایا۔

”وہ .. باجی میں آپ سے کافی عرصے سے بات کرنا چاہ رہا تھا لیکن ...“

”اڑے میتو مذاق کر رہی ہوں۔ اچھا ہے تم اپنی پسند سے شادی کرلو۔ ابھی دیکھو دسمبر کی چھٹیوں میں آئے کا  
پروگرام بناتی ہوں۔“ وسیم سے بات ختم ہوتے ہی فرحین نے نادیہ کو فون کر کے ساری بات بتائی۔

”چلیں اچھا ہے باجی ہمارے بھائیوں نے ہمیلٹرکی دیکھنے کی زحمت سے بچالیا۔“

”ہاں بھئی یہ ایک بڑا کام ہوتا ہے۔ نادیہ تم بھی میرے ساتھ چلنا۔“ فرحین نے پیشکش کی۔

”اڑے نہیں باجی میں گھر چھوڑ کر کیسے جاسکتی ہوں۔ اور ویسے بھی فواد کی طرح یہ بھی بس ایک فارمیلٹی  
نبھانا ہے۔ آپ جائیے اور شادی طے ہو جائے تو مجھے بتا دیجئے گا، میں بھی آجائوں گی۔“ نادیہ نے صاف انکار  
کر دیا۔

”لو تم تو ایک ہفتے میں شادی بھی کرواری ہو۔ ابھی مجھے جانے تو دو۔“

”میں تو مذاق کر رہی تھی۔ بہرحال سارہ کی تصویر لیتی آئیے گا میں بھی دیکھ لوں گی۔“

-----

فرحین کو اسلام آباد پہنچ کر نادیہ کا کہنا سچ معلوم ہوا۔ وہ لوگ ہتھیلی پر سرسوں جمائے بیٹھے تھے۔ ویسے  
دیکھا جائے تو آج کل اچھے لڑکے لوگوں کو مشکل سے بی ملتے ہیں۔ وسیم نے بھی فرحین سے کہا: ”باجی آپ کا  
آنا جانا بھی مشکل ہے۔ نادیہ کے بچوں کی بھی چھٹیاں ہیں۔ اس کو بلالیں اور سادگی سے نکاح کر لیں۔ آپ کو تو

پتہ ہے کہ آرمی میں چھٹیاں ملنا کتنا مشکل ہے ۔

”چلو میں نادیہ سے بات کرتی ہوں۔“ اور پھر نادیہ کے آتے ہی چٹ منگنی پڑ بیاہ والا معاملہ سامنے آیا۔

اسلام آباد سے واپسی پر نادیہ نے فرھین سے کہا: ”باجی میں نے آپ سے کہا تھا کہ تمام معاملات بالا ہی بالا طے پوچکے تھے۔ ہمیں تو بس دنیا دکھاوٹ کیلئے بلا گیا تھا۔ ویسے مجھے تو کافی تیز لگے سارہ کے گھر والے۔“

”چلو ہمیں کیا دونوں خوش رہیں۔“ فرھین نے دعا دی۔

”اچھا وہ تو خوش رہیں گے اب آپ بتائیے آپ کا کیا پروگرام ہے؟“

”میرا کس بات کا؟“

”اڑے شادی کا اور کس بات کا۔“ نادیہ نے آنکھیں پھاڑیں۔

”اب میں کیا کروں گی اس عمر میں شادی کر کے؟!“

”باجی آپ کی عمر ایسی کوئی زیادہ نہیں ہے میں نے ایک دو لوگوں سے کہا ہوا بھی ہے۔ دیکھیں اللہ کوئی سبیل نکال دے گا۔“

”اچھا دیکھا جائے گا ابھی تو کوئی رشتہ تو نہیں ہے۔ جب ہوگا تو سوچوں گی۔“

کراچی پہنچ کر نادیہ کی کوششوں سے ایک دو لوگ فرھین کو دیکھنے بھی آئے لیکن آج کل تو ہر ایک کو چھوٹی لڑکی چاہئے ہوتی ہے، چاہئے لڑکے کی عمر کچھ بھی ہو۔

-----

وقت گزرتا رہا اور فرھین کے سر میں چاندی اتر آئی۔ کبھی کبھی فرھین پیچھے پلٹ کر دیکھتی تو اسے لگتا جو اس نے چاہتا تھا وہ کر دیا۔ آج اس کے بہن بھائی اپنی زندگیاں خوش و خرم گزارے ہیں اس کی قربانیاں رائیگاں نہیں گئیں۔

لیکن آج ... فواد کے فون نے اس کی ساکت زندگی میں وہ پتھر پھینکا تھا جس سے وہ سر سے پاؤں تک لہولہاں ہو گئی تھی۔ وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ .. اس کے بہن بھائی ..

”نہیں نہیں یہ فواد نہیں کہہ سکتا۔ مجھے ضرور غلط فہمی ہوئی ہے۔ مگر وہ تو کہہ رہا تھا کہ نادیہ اور وسیم کا بھی یہی خیال ہے۔“

سوچ سوچ کر اس کی دماغ کی نسou میں درد ہونے لگا۔ لیکن اسے اس تلخ حقیقت کو تسلیم کرنا پڑھے گا۔ اس کے بہن بھائیوں کے خیال میں یہ گھر اس کی ضرورت سے زیادہ ہے اور ویسے بھی یہ گھر ابا کے نام ہے اور انھیں اس گھر میں اپنا حصہ چاہیے، وہ کیوں گھر پر قبضہ کر کے بیٹھ گئی۔ مان باپ کی جائیداد پر سب کا حق ہے۔ گھر بیچ کر وہ اپنے حصے سے کوئی چھوٹی جگہ اپنے لئے لے لے۔

آج اسے مان کی باتیں یاد رہی تھیں۔ اگر اس نے مان کی بات مان کر سلیم کے ساتھ شادی کر لی تو اس کی زندگی کا یہ گوشہ خالی نہ رہتا۔ وہ اپنی ذمہ داریاں بھی ادا کر لیتی اور گھر بھی بسا لیتی۔ لیکن جھوٹی انا نے اسے تباہ و برباد کر دیا۔